مکمل ناول

# دیار صبح کے اجالوں میں

نایاب جیلانی

چھٹا حصہ

ایک بات تو طے تھی...... اسما کو اسی گھر میں رہنا تھا اور عمر بھر کے لیے رہنا تھا۔ ہادی اسے اپناتا یا نہ اپناتا...... اس گھر میں اسے جائز مقام ملتا یا نہ ملتا...... پھر بھی ہر صورت اسے یہیں رہنا تھا۔ وہ پیچھے مڑ کر اپنے پیاروں کو تکلیف دینے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ وہ پیچھے جاتی تو لازماً گلناز کی چال سے پردہ اٹھانا پڑتا...... عاشر کے دل میں بال آ جاتا...... گلناز کا منصوبہ مکمل ہو جاتا اور سادہ لوح اسما یہ قیامت تک نہیں

چاہتی۔ وہ عاشر تک بھنک بھی نہیں پڑنے دیتی...... ہر زخم اپنی ذات پر سہہ لیتی۔

اب ساری صورت حال اسما کی معاملہ فہمی کے سپرد تھی۔ وہ چاہتی تو اپنے جذبات اور وقار کی ناقدری پہ واویلا ڈال کر اپنے بھائی کی دنیا اجاڑ دیتی لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کر کے بس اپنے شوہر، ہادی کے دل کو رام کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ گلناز سے باز پرس یا لعنت ملامت کا خیال دل سے نکال دیا تھا۔ اسے وقت سزا دیتا یا وہ اپنی بھیانک چال کا خود شکار ہو جاتی۔ اسما نے اسے جزا سزا سے بھی بری کر دیا تھا۔

جو کچھ اسما کے ساتھ ہوا تھا یا جو کچھ گلناز نے کیا تھا...... اور اس تمام بھیانک پچویشن سے اسما کو گزرنا پڑا تھا اسے اپنا نصیب جان کر وہ اپنے لیے بہتری کی خود کوشش کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

ہادی ایک انسان ہی تھا ناں کوئی پتھر تو تھا نہیں کہ ٹوٹ نہ سکتا ہو...... پتھر بھی تو ٹوٹتے اور پگھلتے ہیں۔ وہ دل میں پختہ ارادے کے ساتھ میدان عمل میں کودی تھی۔ اس بات سے بے خبر کہ ابھی اس کی آزمائش کے دن سمٹے نہیں...... ابھی اس کا امتحان ختم نہیں ہوا بلکہ اصل امتحان تو اب شروع ہوا تھا۔

☆☆☆

یہ ایک کہر میں لپٹی سویر تھی۔ گرمیاں ساری پنڈی میں رہ چکی تھیں۔ یہاں پر دن کو گرمی ہوتی اور رات کو انتہائی ٹھنڈ...... لیکن جیسے ہی موسم نے کروٹ بدلی تھی۔ سویر بھی کہر میں لپٹ کر نمودار ہوتی۔ ہر سو یوں لگتا جیسے برف ہی برف گری ہے۔ موسم بدل گیا تھا۔ شاید پنڈی میں بھی موسم بدل گیا تھا۔ وہاں پہ بھی سردی کے آثار شروع ہو گئے تھے۔ موسم کا تو پتا نہیں تھا البتہ رویوں میں "سرد پن" ضرور آ گیا تھا۔

کبھی کبھی اسے لگتا جیسے گلناز نے اسمارا کو بھی اسما سے بدگمان کر دیا ہے۔ اسمارا بہت کم فون کرتی تھی بلکہ اسما ہی اسے فون کرتی۔ اسمارا کا رویہ بہت سرد اور بے فیلا ہوتا تھا اگرچہ وہ اسما کی اکلوتی بھابی بننے والی تھی۔ جبھی اس کے رویے کا سرد پن اس کے دل میں پھانس بن کر اٹک جاتا تھا۔ اسما کے کون سے بہت سے بھائی تھے کہ اگر ایک بھابی اچھا برتاؤ نہ کرتی تو دوسری سے اسما اچھی امید رکھ لیتی...... اس کی تمناؤں کا مرکز عاشر اور اسمارا تھے...... لیکن اسمارا اس سے بہت کھنچ گئی تھی۔ سننے میں آیا تھا، اس کی گلناز سے کافی دوستی ہو گئی تھی۔ وہ گلناز کے ساتھ اب زیادہ وقت گزارتی تھی...... یہ اسما کو عاشر نے ہی بتایا تھا۔ شروع، شروع میں گلناز نے بھی اسما سے رابطہ رکھنے کی بہت کوشش کی تھی۔ اس کے بہت دفعہ فون اور میسج آتے تھے اور وہ اپنے ہر ایونٹ کی تصویریں بھی بھیجتی تھی۔ تنگ آ کر اسما نے نمبر ہی بدل لیا تھا...... وہ کم از کم گلناز جیسی سنپولن سے کوئی رابطہ رکھنا نہیں چاہتی تھی۔ اسما اسے اپنی نفرت تک کا حق دار بھی نہیں سمجھتی تھی جس نے ان کی زندگیوں میں تباہیاں بھر دی تھیں۔ انہیں ایک دوسرے سے دور کر دیا تھا۔

اسما میکے اس لیے نہیں جاتی تھی کہ وہاں گلناز سے سامنا ہوگا...... اور مامی کے ساتھ، ساتھ اسمارا کا سرد رویہ سہنا پڑے گا...... اور اگر اماں، بابا، ہادی کو مجبور کر کے ساتھ بھیج دیتے تو اسما کو اس معاملے میں بہت سے خدشات لاحق تھے۔ وہ چاہتی تھی کہ عاشر اور اسمارا کی خیر خیریت سے شادی ہو جائے تو پھر ہادی کو اعتماد میں لے کر گلناز کے سارے کرتوت کھول کر دکھا دے گی تب ہادی کو بھی یقین کرنا پڑے گا۔

لیکن اس سے بھی پہلے ہادی کا اعتماد جیتنا تھا...... اور یہ کام بہت کٹھن، دشوار اور اذیت ناک حد تک مشکل تھا۔ ہادی کا اب بھی وہی معمول تھا۔ وہ رات ایک بجے گھر آتا اور منہ اندھیرے نکل جاتا...... اس کا کھانا پینا کہاں چل رہا تھا...... اسما کو کچھ خبر نہیں تھی۔

جاتے سے دونوں جیٹھانیاں...... زری اور عزہ خواہ مخواہ اپنی انرجی ضائع کرتی رہی تھیں، بار بار اسما کو سمجھا کر۔

"ہادی کے دل کو معدے سے گزر کر قابو کر لینا..... دیکھنا، کیسے یہ "جن" قابو میں آتا ہے۔"

اور وہ ان دونوں کو فون پر بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ آپ کا ہادی گھر میں کھانا کھائے گا تو وہ "گزرگاہوں" پر غور کرے گی ناں......

کشف اور فلک بھی کم، کم آتی تھیں۔ فلک دبئی میں ہوتی تھی جبکہ کشف مانسہرہ میں...... وہ بھی کم، کم یہاں آتی تھی۔

پورے گھر میں سناٹے بولتے تھے یا پھر ملازمہ پھولن دیوی کی آواز گونجتی..... اماں اور اسما کے ساتھ پھولن دیوی کب تک لمبی، لمبی ہانکتی...... بولنے میں تب مزہ آتا ہے جب آگے سے جوابات ملیں۔ تنگ آکر پھولن دیوی بھی خراٹے مارنے لگتی کیونکہ یہ دونوں ساس، بہو انتہائی کم گو واقع ہوئی تھیں۔

اسما کی خاموشی پہ اکثر اماں کو ہول اٹھنے لگتے تھے.....تب وہ پھولن دیوی کو دھموکا جڑ کے اٹھاتیں۔

"ناس پیٹی.....! میرے سارے لڑکوں کے ساتھ بڑی چونچیں لڑاتی ہے۔ اب زبان کہاں گروی رکھ آئی ...... ہڈ حرام ہنس نہیں سکتی...... بول بھی نہیں سکتی...... کم از کم اسما کو ہی ہنسا دیا کر......" پھولن دیوی اس حملے پر اچانک بھڑک کر مار کر اٹھ بیٹھتی تھی۔ پھر ہڑبڑا کر آنکھیں مسلتی ان کی بات سمجھنے کی کوشش کرتی۔

"اماں جی! کیا ہنسانے پہ بھی تنخواہ ملے گی؟" وہ دانت نکوس کر پوچھتی تو اماں اسے ایک اور دھپ رسید کر دیتیں۔

"نامراد......! میرے لڑکوں کے ساتھ ٹھٹھے لگاتے ہوئے تنخواہ لیتی تھی کیا؟" تب پھولن دیوی کا جناتی قہقہہ پورے کمرے میں گونج اٹھتا تھا۔

"آپ کے لڑکے بہت نخولیے ہیں اماں جی......! بغیر محنت کے مزہ کرا دیتے ہیں...... اتنا ہنساتے ہیں کہ آپوں آپ منہ سے لطیفے گرنے لگتے ہیں۔ اچھا، آپ غصہ نہ کرو...... میں اسما باجی جی کو بڑا ہنساؤں گی ایمان سے۔" پھولن دیوی، اماں کی گھوری پہ ذرا دور کھسک کر بولی تھی تا کہ پھر سے دھموکا نہ پڑ جائے۔

"پر اس کام کے لیے آپ کو کچھ دینا پڑے گا......" اس نے ڈھیلے گھما کر اپنا مطالبہ بھی سامنے رکھ دیا۔

"کیا......؟" اماں نے خفگی سے پوچھا...... اسما بھی دلچسپی سے اُن کی باتیں سن رہی تھی۔

"میرا دل جی......" پھولن دیوی ذرا شرما کر دوپٹے کا پلو منہ میں اڑسنے لگی...... اماں اور اسما اس کی بات پر حیران رہ گئی تھیں۔

"ارے کسے؟" اماں نے سخت غصے میں آکر پوچھا۔

"دلدار خان کو......" پھولن دیوی مارے حیا کے مرتی تھی...... اپنا تربوز جتنا سر گھٹنوں میں چھپا لیا تھا۔ اماں نے بیک وقت اسے دو ٹھوکر مارا تو اچانک ہڑبڑا کر سیدھی ہوئی۔

"ارے وہی...... جو اپنی فیکٹری کا چپڑاسی ہے......؟ سال بھر نہاتا نہیں۔ مہینہ بھر کپڑے نہیں بدلتا...... بولے تو ڈھول کی ضرورت نہیں۔" اماں نے تفصیل سے جتلایا تو پھولن دیوی کا من بھر کا سر اثبات میں ہل گیا۔ تب اسما کو بھی لب کشائی کرنا پڑی تھی۔

"ارے پاگل...... محبت تو دیکھ کے کرتی......؟ کیا آئٹم پسند کیا ہے اوپر سے دھونس دیکھو...... دل تمہارا اٹھا کر دادا خان کے حضور پیش کریں...... وہ چاہے تو تمہارے دل کو اپنے دل کے ساتھ ملا لے چاہے تو اٹھا کر جانوروں کی خوراک بنا دے...... حد ہے پھولن دیوی! خود کی ایسی ناقدری چاہتی ہو۔" اسما نے تاسف سے اسے ڈپٹا تو پھولن دیوی کو یاسیت کا دورہ پڑ گیا۔

"کچھ نہ پوچھو باجی جی! یہ محبت کم بخت بڑا خوار کرتی ہے۔ کھوتے پہ بھی آجائے تو بس اس کو شہزادہ بنا دیتی ہے۔" پھولن دیوی نے ایک جذب کے عالم میں محبت کی تشریح بیان کی تھی۔

"اگر کسی ڈنگر سے ہو جائے جیسے دلدار خان تو بس جی کچھ نہ پوچھو...... ڈنگر بھی خود کو شہزادہ عالم سمجھنے لگتا ہے۔ جیسے اس میں ہیرے، تارے جڑے ہوں۔" پھولن دیوی نے اب کِھل کر کہا۔

"تو محبت دیکھ کر کرنی تھی ناں...... بلکہ ٹھونک بجا کر...... عقل اور دماغ کو استعمال کر کے...... ورنہ کھوتا سمجھ کر لوگ بے وقوف بنا جاتے ہیں۔" جانے کوئی کب دبے قدموں اندر داخل ہوا تھا۔ اتنی خاموشی کے ساتھ کہ انہیں خبر تک نہیں ہوئی تھی۔ وہ چونکی تو تب، جب ہادی ان کے سروں پر سوار ہو گیا تھا۔ اتنے دنوں بعد اس کی آواز سننا بالکل اچانک سننا ایک خوشگوار حادثہ تھا جو ان سب پر گزر چکا تھا...... اسما سے اپنی دھڑکنیں سنبھالنی مشکل ہو گئی تھیں...... اور اماں سے اپنی بے بہا خوشی...... جبکہ پھولن دیوی بھی نہال ہو گئی تھی۔

"ہائے جان...... شکر ہے آپ کی صورت دکھائی دی...... ورنہ ہمیں تو آپ کی شکل بھولنے کے قریب تھی۔ اخبار میں اشتہار لگتا تو پتا چلتا...... ابھی میں آپ کو کوئی بے تھا شنڈا سمجھ کر گھر سے نکالنے والی تھی جو جانے کیسے اندر گھس آیا...... ابھی ڈنڈا پڑتا تو پتا چلتا......" پھولن دیوی کی فراٹے بھرتی زبان کو اسما بڑے رشک کے عالم میں دیکھ رہی تھی۔ ہادی نے اس کی بے دریغ بکواس پہ غصہ تک نہیں کیا تھا۔ کیسی حیرت کا مقام تھا...... اسما کو ایک مرتبہ پھر رشک آیا۔

"یعنی تمہارے ڈنڈے سے بچنے کے لیے مجھے صبح شام اپنی صورت تمہیں دکھانی ہوگی۔ تم سے آشیرباد لینا ہوگا۔ تم سے بھاشن سننا ہوگا......" ہادی نے اماں کے قریب بیٹھتے ہوئے پھولن دیوی کو مخاطب کیا تھا۔ وہ صاف طور پر اسما کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اسما کا دل لمحوں میں بوجھل ہو گیا...... اسے اپنا آپ بے معنی سا لگا تھا جیسے مس فٹ سا...... اس نے سوچا وہ یہاں سے ہٹ جائے...... وہ جانے لگی جب اماں کی آواز سنائی دی تھی۔

"میرے بچے! کہاں ہوتے ہو تم...... اماں کو اپنی صورت بھی نہیں دکھاتے؟ میں ترس گئی ہوں تمہاری شکل دیکھنے کو...... وہ دو تو پردیس چلے گئے...... تم تو قریب ہو پھر بھی سالوں کی دوریوں اور فاصلوں پہ...... آخر یہ سب کب تک چلے گا......" اماں کے گلوگیر لہجے اور آواز پہ ہادی کی تڑپ بہت دیدنی تھی۔ اسما کمرے میں رک نہیں سکتی تھی کہ اپنا نظر انداز کیا جانا گوارا نہیں تھا...... لیکن باہر کھڑے ہو کر ان کی باتیں تو سن سکتی تھی...... گو کہ یہ نازیبا حرکت تھی لیکن ہادی کی آواز سننا کم از کم اس طریقے سے ہی سہی...... وہ اپنے من کی خواہش پر بے بس ہو گئی تھی۔ کیسی بچگانہ سی خواہش تھی۔

"تم ہمارا قصور معاف نہیں کرو گے...... ہمیں کیوں سولی پر لٹکا رکھا ہے......" اماں کے آنسوؤں نے اسے بھیج دیا تھا...... وہ چپ چاپ انہیں سنتا رہا۔

"آپ کا کوئی قصور نہیں اماں......! بس میری قسمت خراب تھی......" اس نے کافی دیر بعد لب کشائی کی تھی...... اسما کا باہر کھڑے دل دھڑکتا رہا۔

"قسمت کو کیوں دوش دیتے ہو...... تمہاری قسمت تو بہت اچھی ہے، تمہیں اتنا اچھا ساتھ ملا......" اماں نے پیار سے اس کی پیشانی چوم کر دلاسا دیا۔

"آپ کہتی ہیں تو مان لیتا ہوں...... آپ سے بحث نہیں کر سکتا...... آپ کا دل نہیں دکھا سکتا......" ہادی کی دکھ سے بھری آواز آئی تھی۔

"اگر میری بات کا اتنا خیال ہے تو میری جان......! اپنی روٹین ٹھیک کرو، وقت سے گھر آیا کرو...... صبح آرام سے ناشتا کر کے فیکٹری جایا کرو...... میرے دل کو بھی سکون دو......" اماں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بوسہ دیا۔

"آپ کے دل اور سکون کی خاطر میرا سب کچھ قربان...... کوئی اور حکم کریں۔" آج وہ فرمانبرداری کے سارے ریکارڈ توڑ رہا تھا...... اندر اماں کو اور باہر اسما کو جیسے غش آنے لگا۔

"میں واری جاؤں...... بس تو پہلے والا ہادی بن جا...... شوخ، شرارتی، ہنستا مسکراتا...... اس گھر کے سناٹوں میں تیری آواز کی گونج در و دیوار کی رونقیں بحال رکھتی تھی۔ اب یوں لگتا ہے میرا گھر خدانخواستہ قبرستان ہو۔" ان کی آواز ٹوٹ کر آنسوؤں میں گھل گئی تھی۔ ہادی بے قرار ہو گیا۔

''بس آپ اور بابا خوش رہیں۔ میں کچھ اور نہیں چاہتا۔'' ہادی نے ماں کے ہاتھ چوم لیے تھے۔

''اور ہم چاہتے ہیں بس تو خوش رہے۔ اسما کو خوش رکھے..... ہم تو تم دونوں کو خوش اور آباد دیکھنا چاہتے ہیں۔'' انہوں نے اپنے اندر کی خواہش کو ہادی کے سامنے رکھ دیا تھا۔ اس کا رنگ واضح طور پر بدل گیا تھا۔

''میں بابا کے اسی بات کے آس پاس چکراتے اتنے لمبے چوڑے لیکچر کو سن کر فیکٹری سے گھر بھاگا ہوں..... اور گھر آ کر بھی وہی بھاشن.....'' وہ شدید جھلاہٹ پہ قابو پاتا بہ مشکل اپنے لہجے کو نرم رکھ سکا تھا کہ اماں کی طبیعت کے پیشِ نظر وہ اپنی آواز کو بلند کر کے یا اپنے لفظوں کی کاٹ سے انہیں تکلیف سے..... دوچار نہیں کر سکتا تھا پھر اماں اور بابا کا قصور کیا تھا؟ قصور تو سارا اس چڑیل کا تھا..... اور شاید وہ بے خبر ہی رہتا..... کبھی جان نہ پاتا اگر وہ آخری میسج اسے وصول نہ ہوتا..... اگر وہی میسج اسے بروقت وصول ہو جاتا تو آج صورتِ حال یہ نہ ہوتی..... اس چڑیل کی جگہ اسما را ہوتی..... اس کی زندگی کو روشن کرتی..... مہکاتی، اپنی خوشبوئیں بکھیرتی۔

''ہم تیرے بھلے کے لیے کہتے ہیں ہادی.....! تیرے دشمن تھوڑی ہیں میری جان.....! تجھے آج احساس نہیں..... کل ضرور ہوگا..... لیکن میرے لیے یہی بہت ہے کہ تجھے ہم دونوں کا احساس گھر کی طرف کھینچ لاتا ہے۔ پر بیٹا! وہ غریب بھی تمہاری توجہ اور چاہت کی طلب گار ہے..... اس کے حقوق سے نگاہ کیوں چراتے ہو؟'' اماں نے بڑے پیار سے اسے ایک مرتبہ پھر اسما کے جیتے جاگتے وجود کا احساس دلایا تو وہ بے چین ہو کر کھڑا ہو گیا۔

''اماں! میں نہاتا ہوں..... بہت تھکن ہو رہی ہے۔ فیکٹری میں بہت کام تھا۔ کتنے ٹرک لوڈ کروا کر چائنا بھجوائے ہیں کینو کے۔ اس دفعہ بڑا پرافٹ ہوگا۔'' اس نے بڑی ہوشیاری سے اماں کا دھیان بٹاتے ہوئے کہا۔ اماں گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔

''پرافٹ کیوں نہیں ہوگا..... گھر سے جی چرا کر پورا دن اور آدھی رات فیکٹری میں گزارتے ہو..... پھر بھی پرافٹ کیوں نہ ہو..... لیکن ہادی، ایک بات سمجھ لو..... مادی چیزوں اور دھن، دولت سے بڑھ کر رشتے، وقت اور محبت کے حق دار ہوتے ہیں..... اب جا کر نہا سکتے ہو؟ اگر ماں پہ احسان کرنا ہوا تو کر لینا۔ کھانا گھر میں کھانا..... بار، بار نہ کہنا پڑے..... ورنہ سن لو کان کھول کے..... میں بھی فاقہ کرنا شروع کر دوں گی.....'' ان کی دھمکی پہ ہادی کی گردن پوری پھنس گئی تھی۔ وہ تلملا بھی نہ سکا..... احتجاج بھی نہ کر سکا۔

''ٹھیک ہے، پر اپنی اس نام نہاد بہو سے کہیے گا میرے سامنے آنے سے گریز برتے.....'' ہادی نے جاتے، جاتے بھی شوشا چھوڑنے سے اجتناب نہیں کیا تھا۔ اماں نے اسے گدی سے پکڑ لیا۔

''رکو ذرا، میری بات سنو..... وہ کیوں تمہارے سامنے نہ آئے؟ بیوی ہے تمہاری..... تم پر حق رکھتی ہے۔'' اماں کے سخت لہجے پہ ہادی ہمیشہ زیر ہو جاتا تھا۔ کبھی اونچی آواز نہ نکالتا..... احتجاج نہ کرتا..... یہی تو اس کی سعادت مندی تھی جس سے اماں، بابا فائدہ اٹھا رہے تھے۔ وہ جانتے تھے ہادی ان کی محبت اور فرمانبرداری کی وجہ سے بے بس ہے۔

اب بھی اماں کی جھاڑ..... پہ چپ چاپ کھڑا رہا تھا۔ جب وہ خاموش ہوئیں تو بول پڑا۔

''ٹھیک ہے اماں! میں کچھ نہیں کہوں گا۔ وہ سامنے آتی رہے..... مگر میرے معمولات میں ہرگز بھی مداخلت نہ کرے.....'' ہادی کے اگلے الفاظ نے اماں سمیت باہر کھڑی اسما کو بھی سن کر دیا تھا۔ وہ جو بددل ہو کر ہٹ رہی تھی۔ اماں کا جواب سننے کے لیے رک گئی۔

''وہ کیوں نہ مداخلت کرے.....؟ بیوی ہے تمہاری..... اس کا فرض بنتا ہے تم پر کڑی نگاہ رکھے..... اس کا حق بنتا ہے تم سے آنے جانے کا حساب لے.....'' اماں کے گرجدار لہجے کی گونج باہر تک آئی تھی..... اسما کا دل خوش ہو گیا تھا۔ آخر کوئی تو تھا جو

اس نواب کی بولتی بند کروا سکتا تھا۔
"سارے حق اس کے بنتے ہیں۔ میرا کوئی حق نہیں......" ہادی کی جھنجلاہٹ اسما کو مزہ دے گئی تھی۔ اس کی پتلی حالت پہ وہ شدید لطف اٹھاتی رہی۔
"کیوں نہیں میری جان......" آمنہ اماں کا لہجہ شہد ٹپکانے لگا...... انہوں نے ہادی کو بازو سے پکڑ کر پھر سے قریب بٹھا لیا۔ "تمہارا اسما پہ حق ہے...... اسما کا تم پر حق ہے۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں میری جان!" اماں اس کا منہ چوم کر شہد بھرے لہجے میں بولی تھیں۔
"ہونہہ...... مجھے کالا لباس نہیں چاہیے...... میں تو کپڑوں میں سیاہ رنگ پسند نہیں کرتا کجا کہ بیوی کو برداشت کروں اس کی سیاہی سمیت......" ہادی کا تنفر باہر تک چھلک رہا تھا۔ اسما کے معاملے میں وہ اپنی نفرت کو انتہاؤں تک لے جاتا...... اور اس کے معاملے میں بات کرتے ہوئے مبالغے کی حد کراس کر جاتا......
اب بھی اس کے چمکیلے سانولے رنگ کو سیاہی کا طعنہ مار کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔ جبکہ اسما کے دل پر ہلک بوجھ آن گرا...... قدم، قدم پر ایسی ذلت کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا...... اور نہ کبھی اسے احساس دلایا تھا کسی نے کہ وہ کم صورت ہے۔ اسے تو ہمیشہ اپنی پرسنالٹی اور ذہانت پہ اعتماد تھا۔ کبھی اس کا اعتماد ڈگمگایا نہیں تھا...... لیکن یہاں پر زندگی کے اس موڑ پر اسما کو اپنی کم روئی سے شدید شکایتیں ہونے لگی تھیں۔ کاش وہ خوب صورت ہوتی اور ہادی اسے اتنا ذلیل نہ کرتا۔
لیکن بات یہاں خوب صورتی کی نہیں تھی۔ ہادی تو اپنا اشتعال اسے ٹارچر کر کے نکال لیتا۔ وہ اپنے ساتھ ہونے والے دھوکے کا بدلہ لے لیتا...... شاید اسما کو قدم، قدم پہ ڈی گریڈ کر کے...... قدم، قدم پر اس کی تذلیل کر کے وہ اپنے بے وقوف بنائے جانے کا انتقام لینا چاہتا تھا۔
اس رات وہ سر شام گھر آیا تھا پھر اس کا معمول بن گیا تھا۔ وہ جلدی گھر آتا اور ناشتا کر کے صبح فیکٹری چلا جاتا...... اماں اور بابا اس کے معمول پہ بے انتہا خوش تھے...... کم از کم تھوڑی سی اور بہتری کی شکل دکھائی دی تھی۔ انہیں آنے والے حالات سے اچھی امید تھی کہ نہ اچھا وقت زیادہ دیر ٹھہرتا ہے نہ برا...... کبھی برے دن بھی اچھے دنوں میں ضرور بدلیں گے...... وہ اس آس اور امید کے ساتھ ہر چڑھتے سورج کو طلوع ہوتا، پھیلتا اور سکڑتا دیکھتے تھے۔

☆☆☆

اماں اور بابا کے سمجھانے بجھانے اور صائم کی لمبی، لمبی کالز پر لمبی، لمبی نصیحتوں کو وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا نہیں سکتا تھا۔ بہرحال یہ اس کے مقدم رشتے تھے۔ وہ ایک چڑیل کی خاطر اپنے پیاروں سے جھگڑے لڑائیاں مول لے کر انہیں کیوں ناراض کرتا۔
گو کہ اس کے یہ بہت اپنے اس چڑیل کی خاطر اس کے ساتھ سوتیلوں سے بڑھ کر سلوک کرتے تھے۔
ہر کوئی اسما کی فکر میں مرا جا رہا تھا۔ وہ زری تھی یا عزہ...... فدا تھا یا صائم...... بس ایک کشف تھی اس کی پیاری بہن...... جسے اپنے بھائی کے خوابوں، سپنوں اور خواہشوں کے اجڑنے کا صدمہ تھا...... جو اپنے بھائی کی زندگی میں آئے اندھیروں پہ کڑھتی تھی...... باقی سب تو اس اندھیرے سے سمجھوتا کر چکے تھے۔ بس کشف اور ہادی اتنا بڑا جگرا نہیں کر پائے۔
سو آج کل ہادی، عزہ اور صائم سے فون پر لمبی، لمبی باتیں کرنے کے بجائے اپنی بہن کشف سے دکھڑے روتا، فیکٹری میں کام ختم کرنے کے بعد اس نے کشف کو فون کھڑکا دیا...... وہ بھی اسی کے فون کا انتظار کر رہی تھی سو فوراً ہی ریسیور اٹھا لیا۔
"کیا کر رہے تھے؟ کیا گھر نہیں گئے؟"
"اپنے نصیبوں کو رو رہا تھا۔ گھر کس کی خاطر جاؤں...... اس چڑیل کے لیے جو سب کچھ کر کرا کے بی بی حاجن بنی بیٹھی ہے...... سب کی ہمدردیاں وصول کرتی ہے۔ میرا کسی کو خیال تک نہیں۔" ہادی کو موقع ملا

تھا۔ سو شروع ہو گیا...... ویسے بھی اسما کی برائیاں کشف کے علاوہ اور کوئی نہیں سنتا تھا۔ سو وہ جی بھر کے بھڑاس نکال کر ہی گھر جاتا۔

''میں تمہارا کرب سمجھتی ہوں ہادی! غم نہ کرو...... میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' ہادی کا دکھ کشف کے دل پر رقت طاری کر دیتا۔

''غم نہ کروں تو کیا کروں......؟ الٹا لٹک جاؤں؟ کسی دریا میں کود جاؤں؟'' وہ تپ کر چلایا۔

''الٹا لٹکو تو جگہ دیکھ کر...... کہیں چوٹ نہ آئے...... دریا میں کودنے کے لیے راوی مناسب ہے...... اس میں پانی کم ہوتا ہے...... یا ہوتا ہی نہیں۔'' کشف نے سمجھاتے ہوئے کہا تھا۔ ہادی کلس اٹھا۔

''بہن بنو، چڑیل نہ بنو......'' ہادی کو غصہ آ گیا تھا۔

''چڑیل صرف ایک ہی تمہاری جان کے لیے کافی ہے۔ خبردار جو مجھے چڑیل کہا......'' کشف نے تپ کر جتایا۔

''اچھا، غصہ مت کھاؤ...... میرے لیے کچھ سوچو...... میں کہاں جاؤں؟ کیا کروں......؟ ہر کوئی مجھے نصیحتیں کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ہر کسی نے مجھے سمجھانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ میرا اکلوتا دوست نگریز کب آئے گا...... میرے درد سننے، میرے درد کی دوا کرنے۔'' ہادی نے کرب و اذیت کی لہروں سے نکل کر آہ و فغاں کی تھی۔

''نگریز بس اسی ہفتے میں آ جائیں گے۔'' کشف کا لہجہ مٹھاس سے بھر گیا تھا۔

''پھر تم لوگ چکر ضرور لگانا...... میرا دل بھی بہل جائے گا۔ صائم بھی چلا گیا، میں کس سے اپنے دکھ کہوں......؟ نگریز بھی میری مدد کو نہیں تھا۔'' ہادی کے اپنے ہی دکھڑے، بہت تھے۔

''جب نگریز نے کہا تھا۔ شادی دو ماہ ڈیلے کر لو...... وہ بھی شامل ہو سکے...... تب تو تمہارے کانوں پہ جوں تک نہیں رینگتی تھی۔ تم دو دن بھی شادی آگے کرنے والے نہیں تھے۔ اب نگریز کے لیے اپنے مطلب کو بے قرار ہو رہے ہو تا کہ اس کو اپنے دکھڑے

سنا سکو......'' کشف نے اسے آڑے ہاتھوں لیا تھا وہ گلا کھنکھارتا رہ گیا۔

''مجھے کیا خبر تھی، میری زندگی تباہ ہونے والی ہے؟ ورنہ یہ شادی کرتا ہی نہیں۔''

''اب تو جو ہونا تھا ہو گیا......'' کشف نے گہری سانس لی۔

''کم از کم تم تو یہ ٹیپیکل ورڈز مت بولو...... ہر ایک سے سن، سن کر میرے کان پک گئے ہیں۔'' ہادی چڑ گیا تھا۔

''تو پھر کیا کہوں......؟ تم ہی الو بن گئے تھے۔ کبھی ایسے بھی ہوا ہے؟ منگنی کسی سے، باتیں کسی سے، محبت کسی سے اور شادی کسی سے۔'' کشف نے اس کے پٹھے پہ ہاتھ دھرا تھا۔ وہ کراہ بھی نہ سکا۔

''یہی میری کمزوری تھی۔'' اس کا دل بھر آیا۔

"تو اب "وہ" کہاں ہے؟ تمہیں الو بنانے والی......؟" کشف کو اس پر شدید غصہ تھا۔ سامنے ہوتی تو اس کی گردن مروڑ دیتی......جس نے اتنی زندگیوں کا تماشا بنا دیا تھا۔

"وہ مجبور ہو گئی تھی۔ اس کا آخری میسج میں نے شادی کے بعد پڑھا تھا۔ تم جانتی تو ہو...... میرا موبائل گم گیا تھا۔ وہی موبائل جس میں میرا پرانا نمبر چل رہا تھا۔ مجھے وہ موبائل بعد میں ملا...... اس میں سیکڑوں ٹیکسٹ تھے اس کے......کچھ ایسے عجیب تھے جو میرا دماغ گھما گئے۔ جانے وہ خود کس اذیت اور تکلیف میں تھی۔" ہادی کنپٹیاں دباتا خود بھی الجھا دینے والی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس کا دل ابھی سے ہٹتا نہیں تھا...... وہ اسے بے قصور سمجھتا تھا اور گنہگار بس اسما تھی۔

"چھوڑو اس کی مصیبتوں کو اور تکلیفوں کو......اس نے کون سا ٹھیک کیا؟ بابا نے خود بتایا ہے انہوں نے تمہارا رشتہ اسما سے ہی طے کیا تھا۔ یہی تمہاری منگیتر تھی۔ جو بابا نے تمہارے لیے پسند کی۔ بیچ میں جس نے بھی انٹری ماری، سارا قصور اسی کا ہے......" کشف نے پہلی مرتبہ اسما کی حمایت کرنا چاہی تھی...... ہادی بے انتہا تپ کر جھنجلا گیا تھا۔

"تم کچھ نہیں جانتی کشف......! اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ ساری سازش اسی چڑیل کی اور اس کے ابے کی تھی۔ بابا ابھی کا رشتہ لینے گئے تھے۔ اس چڑیل کے ابے نے چالاکی سے اپنی بیٹی کو میرے پلے سے باندھ دیا۔" ہادی نے ابھی کے آخری میسج میں لکھے الفاظ دہرا دیے تھے۔ وہ شدید ہیجانی اذیت میں تھا۔ نہ کچھ کر سکتا تھا، نہ ابھی تک پہنچ سکتا تھا نہ اس کی تکلیف کم کر سکتا تھا۔ ہر طرف سے اس کے رستے مسدود ہو چکے تھے، وہ کیا کرتا۔

"اس نے مجھے مدد کے لیے پکارا تھا۔ اس نے مجھے بہت یاد کیا...... ہزاروں کالز کیں...... سیکڑوں میسج بھیجے...... اور میرا نمبر بند ہو گیا۔ میرا موبائل کھو گیا......میں نے دوسری سم بھی نہیں نکلوائی۔ اس پچھتاوے سے نہیں نکل سکوں گا...... میں خود کو کیسے چین دلاؤں؟" وہ کرب کی انتہا میں گر کر کراہا تھا۔

"ہادی......! میں تمہاری تکلیف کو سمجھتی ہوں...... لیکن اب کیا ہو سکتا ہے؟ کچھ بھی بدل نہیں سکتا...... بابا اور اماں، اسما کے لیے بہت پکے ہیں۔" کشف نے اسے احساس دلانا چاہا۔

"بابا اور اماں کی وجہ سے مجبور ہوں۔ ورنہ اس چڑیل کو مزہ چکھا دیتا۔" ہادی نے دانت کچکچائے تھے۔

"اچھا......اب گھر جاؤ، دیکھو وقت کیا ہو رہا ہے؟ ابھی دو دن پہلے اماں سے وعدہ کیا تھا تم نے جلدی گھر آنے کا۔" کشف نے نرمی سے اسے ٹوکا۔ تب وہ دل پر بھاری بوجھ لیے فیکٹری سے باہر آ گیا۔

جیپ تک آنے کے بجائے اس نے پیدل گھر جانے کو ترجیح دی تھی۔ وہ جیبوں میں ہاتھ ڈال کر بڑے مضطرب انداز میں سڑک پر چل رہا تھا۔

اس کی زندگی میں کیسی فلمی سچویشن بنی تھی۔ ایسا تو ڈراموں یا افسانوں میں ہوتا تھا۔ کم از کم ہادی نے اب تک ایسی کوئی سچویشن نہیں دیکھی تھی۔ اس کے ساتھ اپنی طرز کا ایک الگ ہی کیس ہوا تھا۔

وہ شروعات سوچتا تو حیران رہ جاتا......جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا کیا ایسا عام زندگی میں بھی ہوتا تھا؟ وہ چلتا، چلتا گھر پہنچ گیا تھا۔ جیسے ہی مرکزی دروازہ کھول کر وہ اندر پہنچا...... پھولن دیوی ڈکاریں مارتی نظر آئی تھی۔ اسما اسے سیون اپ میں نمک ڈال کر دے رہی تھی۔ یعنی شروعات ہی خراب تھی۔ آتے ہی سامنے نظر آ گئی۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ وہ تن فن کرتا اپنے کمرے میں چلا گیا پھر نہا کر تھوڑے اعصاب ڈھیلے ہوئے تو سکون آیا پھر وہ اماں کے کمرے میں چلا آیا تھا۔ اماں اسے دیکھ کر کھل اٹھی تھیں لیکن ان کی طبیعت ناساز لگتی تھی۔ جیسے ہی وہ اماں کے قریب بیٹھا اسما ایک مرتبہ پھر ٹپک پڑی تھی۔ پھولن دیوی کی خدمتوں کے بعد اب اماں کو ہاتھوں پہ ڈالا جا رہا تھا۔ پہلے انہیں زبردستی دودھ پلایا

تھا پھر اُن کا سر دبانے بیٹھ گئی تھی۔ ہادی سے یہ ڈرامے بازیاں برداشت نہیں ہو سکتی تھیں۔ اس کے نتھنے پھول گئے تھے۔ یعنی پرائیوسی کا یہ حال تھا۔ وہ اپنی ماں کے ساتھ اکیلے میں بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔

''پھولاں کی طبیعت ٹھیک ہوئی ہے؟'' اماں نے اسما کے نرم ہاتھوں کو پکڑ کر پوچھا۔ وہ اسے سر دبانے نہیں دے رہی تھیں۔

''کون اماں......؟'' وہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

''یہی بیٹا! پھولن دیوی...... نام تو اس کا پھولاں ہے...... یہ صائم اور ہادی نے بیچاری کو پھولن دیوی بنا رکھا ہے۔'' اماں نے وضاحت کی تو اس نے سمجھ کر سر ہلا دیا...... وہ اماں کا متواتر سر دبا رہی تھی۔ ہادی سے رہا نہیں گیا تو پوچھنے لگا حالانکہ کب سے اخبار پکڑے بے نیاز بنا بیٹھا تھا۔ مگر اماں کی کراہ پر متفکر ہو گیا۔

''سر میں درد ہے اماں، ڈاکٹر کے پاس لے چلیں۔''

''نہیں، ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت نہیں...... میری بیٹی نے سر میں تیل ڈالا ہے، مالش بھی کی...... اب تو آرام آ رہا ہے۔'' انہوں نے پیار سے اسما کے ہاتھ تھپتھپائے۔ ہادی نے جل کر اخبار پر توجہ مبذول کر لی۔

''ہونہہ، ساری چالاکیاں ہیں...... جب میں نے منہ نہیں لگایا تو میرے ماں، باپ کو دوسرے حربوں سے مٹھی میں کر لیا......'' وہ دیکھ اخبار کو رہا تھا مگر سارا دھیان ان دونوں کی طرف تھا۔

''پیٹ میں تکلیف تھی اسے...... قہوہ بنا کر دیا ہے، پہلے سیون اپ پلائی...... اب کچھ بہتر محسوس کر رہی تھی۔'' اسما شاید پھولن دیوی کی طبیعت کا احوال بتا رہی تھی۔

''نامراد کھاتی بھی تو بے دریغ ہے۔ یہ نہیں سوچتی، پیٹ تو اپنا ہے۔ اتنا ہی ڈالے جتنا پیٹ سہہ سکے...... بدہضمی کروا کے آئے دن بیٹھ جاتی ہے۔'' اماں نے تبصرہ کیا تھا۔ وہ ان کی باتوں پر بور ہونے لگا۔

''یہ کوئی باتیں ہیں کرنے کی...... اُف، نری بوریت......'' وہ اٹھنے کے لیے پر تول رہا تھا جب اماں نے اسے روکا۔

''فون آیا تھا تمہاری بہن کا......'' وہ اسے اطلاع دے رہی تھیں یا کوئی خاص بات کہنا چاہتی تھیں؟

''مانسہرہ سے یا دبئی سے؟'' ہادی نے چونک کر پوچھا۔

''مانسہرہ سے۔'' اماں کے لہجے میں بیٹی کے لیے پیار تھا۔ ''تم دونوں کو دعوت پہ بلایا ہے۔'' انہوں نے اسما اور ہادی سے بیک وقت کہا تھا۔ وہ دونوں ہی بے ساختہ چونک گئے تھے۔ اسما حیران تھی...... اماں نے اس سے تو کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ شاید وہ چاہتی تھیں ان دونوں سے اکٹھا ہی ذکر کریں۔

ہادی بھی چونک کر اماں کی طرف دیکھنے لگا...... وہ جان بوجھ کر اسما کی طرف دیکھنے سے گریز برت رہا تھا۔ جب سے آیا تھا اک نگاہ غلط بھی اسما کی طرف نہیں اچھالی تھی۔ ایسے نگاہوں پہ پہرہ لگا رکھا تھا جیسے اسما کو دیکھا تو گناہ ہو جائے گا۔

''مجھے تو نہیں کہا......'' ہادی کو حیرانی ہوئی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تو بات ہوئی تھی۔ ''آپ منع کر دیتیں۔''

''اس کی ساس نے دعوت دی ہے۔ کیسے منع کرتی؟ تم بھی کمال کرتے ہو؟ کیا کشف کی ساس کو انکار کر دیتی؟ وہ بھی بلاوجہ...... ہمارے ہاں رواج ہے۔ شادی شدہ جوڑوں کو دعوت پر گھر بلانا پھر وہ تمہاری بہن کی سسرال ہے۔'' اماں نے خاصی خفگی کے ساتھ جتلایا تھا۔

''بہن کا سسرال ہے اسی لیے تو کہہ رہا ہوں...... آپ منع کر دیتیں...... بہنوں کے گھروں میں روٹیاں کھانے کا بھی ہمارے ہاں رواج نہیں، یہ آپ کو بھول گیا......؟'' ہادی کو نکتے پکڑنے تو آتے تھے۔ اماں کو خبر تھی...... وہ آسانی سے ہاتھ نہیں آئے گا۔ اسی لیے گدی سے پکڑا تھا۔

''تمہاری بہن کی سسرال اصل میں تمہاری خالہ

کا بھی گھر ہے۔ شاید تمھیں یاد آ گیا ہو...... آج کل تمہاری یادداشت خاصی کمزور ہو رہی ہے۔ رشتے اور چیزیں بھولتی جا رہی ہیں۔" اماں بھی جیسے بھڑاس نکال رہی تھیں...... یا سر دبانے والی کی شہہ پا کر اسے سنا رہی تھیں۔ ہادی جھنجلا گیا۔

"آپ کہہ دیتیں...... اس تکلف کی کیا ضرورت تھی۔" وہ سخت ناگواری سے بولا تھا۔ اسما چپ چاپ سنتی رہی۔ وہ بھی ہادی کی ناگواری دیکھ رہی تھی...... اور وہ جھنجلا اس لیے رہا تھا کہ اسما موجود تھی۔ وہ چاہتا تھا اسما باہر چلی جائے لیکن وہ بھی ڈھیٹ بن کر بیٹھی رہی...... آخر زچ کرنے والے کو تھوڑا زچ کر لینے میں کیا حرج تھا۔

"کیوں کہہ دیتی؟ یہ تو ہمارے ہاں کا رواج ہے۔ نئی دلہن کو اپنے رشتے داروں سے متعارف کروانے کا۔" اماں بھی آج ہادی کے ضبط کا امتحان لے رہی تھیں۔ ابھی تو سر میں درد تھا۔ تبھی ہاتھ ہولا رکھا تھا۔ ورنہ اس کی اچھی بھلی کلاس لے لیتیں۔

"میں نے اسے بتا دیا ہے اتوار کو اسما اور ہادی آئیں گے۔" اماں نے اس کے سر پر دھماکا کیا تھا۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے انھیں دیکھنے لگا۔ جیسے اسے یقین نہ آیا ہو۔

"اماں......؟" وہ جھنجلا گیا پھر خواہ مخواہ غصہ کرنے لگا...... سو دلیلیں دیں، ایک سو ایک دلائل دیے مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات...... اماں نے اس کے احتجاج کو کسی خاطر میں نہیں رکھا تھا۔ وہ صاف اسے نظر انداز کر رہی تھیں۔ وہ اسما کو نظر انداز کر رہا تھا...... اس کی جھلاہٹ اسما کو بڑا مزہ دے رہی تھی پھر اسے مجبوراً اماں کی دوا لینے باہر آنا پڑا...... جب وہ دوبارہ اندر آئی تو اماں اپنے اصرار اور جلال سے اسے منا چکی تھیں اور اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

اماں نیم دراز تھیں۔ ان کا سر درد اب بہتر تھا تاہم ایڑھیوں میں جلن ہو رہی تھی۔ اسما نے ہاتھوں میں لوشن لے کر اماں کے پیروں کی طرف آ کے ان کی ایڑھیوں کا مساج کیا تو انھیں بہت سکون ملا۔ اماں کی پائنتی کی طرف ہادی ایزی چیئر پر بیٹھا ایک مرتبہ پھر اخبار میں گم تھا۔ تاہم وہ اسما کا پائنتی کی طرف آنا محسوس کر چکا تھا۔ اس کی کرسی قریب ہی رکھی تھی۔ وہ اسما کو نظر انداز کرتا اخبار چھوڑ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور دوسری طرف گھوم کے اماں کی پائنتی پر بیٹھ گیا۔ یوں کہ ایک طرف اسما کھڑی اماں کے پیر دبا رہی تھی دوسری طرف ہادی ان کے ہاتھ پکڑے بیٹھا تھا...... اور نرمی سے دبانے لگا تھا...... اماں نے اس کا ہاتھ پکڑ کے چوم لیا لیکن مخاطب وہ اسما سے ہوئی تھیں۔

"اسما بیٹا! بس کرو، تم بھی تھکی ہوئی ہو...... اب آرام کرو میری بچی......" اماں نے بڑے پیار کے ساتھ اسما کو روکا تو وہ اپنی ازلی نرم ہموار آواز میں بولی۔

"اپنے گھر کے کاموں میں تھکاوٹ کیسی اماں......! پھر مجھے تو عادت ہے۔ آپ کو آرام آیا......؟" اس کی ملائم آواز میں خاصا جتاتا ہوا تاثر تھا جیسے "اپنے گھر" پہ خاص طور پر زور دیا ہو۔ ہادی پہ ایک مرتبہ پھر جھلاہٹ سوار ہوئی تھی۔ پہلی مرتبہ اس نے مڑ کر اسما کی طرف دیکھنا چاہا تھا لیکن اس کی نگاہ اسما کے چہرے تک نہیں جا سکی تھی۔ وہ اس کے ہاتھوں کو دیکھتا لمحہ بھر کے لیے ساکت ہوا تھا۔ اس کے سانولے ملائم اور نفیس ہاتھوں کی لرزش واضح تھی جیسے وہ ہادی کی نگاہ کا تاثر محسوس کر چکی تھی۔ اور وہ اس کی انگلی میں اپنی پہنائی انگوٹھی دیکھ کر دنگ تھا۔ ننھا سا ہیرا بیش قیمت انگوٹھی میں جگمگا رہا تھا...... یوں کہ آنکھوں کو خیرہ کرتا نظر آیا۔ ہادی کی سانسیں ایک دم تیز ہو گئی تھیں۔ اس کا دل اچانک بہت زور سے دھڑکا تھا۔ شاید اندر کوئی تغیر رونما ہوا تھا؟ وہ اس تیزی سے گھبرا کر اپنی جگہ سے اٹھا کہ اماں کا پورا پلنگ ہل گیا۔ اسما تک گھبرا کر پیچھے ہٹی تھی۔ اماں مارے فکر کے لیٹے سے اٹھ بیٹھیں۔

"ہادی، آئے ہائے کیا ہوا ہادی! تم ٹھیک تو ہو؟" اماں کا مارے پریشانی کے برا حال تھا...... وہ اس کا گھبرایا گھبرایا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔ جس پر پسینے کے قطرے

اچانک رونما ہوئے تھے۔ اتنی ٹھنڈ کے باوجود......
"تم ٹھیک ہو بیٹا......؟" اماں بے چین ہوگئیں۔
"نہیں اماں......! میں ٹھیک نہیں...... جانے کیا ہوا ہے؟ سینے میں پکڑ دھکڑ چل رہی ہے جیسے اندر کچھ ہوا ہو......کوئی گڑبڑ......" وہ بے ربط بولتا واقعی گھبرایا ہوا تھا......پھر اماں کی بات سننے کے لیے رکا نہیں تھا۔ جلدی سے باہر نکل گیا......اماں ہکا بکا رہ گئی تھیں۔
"اسے کیا ہوا ہے، کیسی گڑبڑ......؟ کون سی تکلیف......مجھے بہت پریشانی ہے۔ جانے اسے کیا ہوا؟ یہ لڑکا امتحان بنتا جارہا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتا......پل میں کچھ پل میں کچھ......تمہارے ساتھ تو اس کا برتاؤ ابھی تک اجنبی ہے۔ میاں، بیوی والی بات ہی نظر نہیں آتی۔ فدا اور زری، صائم اور عزہ جیسی حقیقی ہنسی کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ جانے یہ کب سنبھلے گا......عجیب و غریب باتیں کرتا ہے۔ دل کی پوری رضامندی کے ساتھ تم سے شادی کی تھی پھر جانے کس کی نظر لگ گئی......" وہ ہادی کے بدلتے مزاج کے رنگوں کی عادی نہیں تھیں......اس لیے بار، بار گلو گیر ہوجاتی تھیں۔
"اماں......آپ پریشان نہ ہوں، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، ساتھ سب اچھا ہوجاتا ہے۔" اسما نے ہمیشہ کی طرح انہیں تسلی دی۔
"پتا نہیں، کب اچھا ہوگا......ایک ماہ سے اوپر ہوگیا تمہاری شادی کو......اس لڑکے کے مزاج اب بھی ٹھکانے نہیں......بیٹی! تم ہی کوشش کیا کرو......بیویوں کو سو طریقے آتے ہیں۔ وہ اعراض برتتا ہے تو تم ہی فاصلے مٹاؤ......" اماں کی آنکھوں میں امید چمک رہی تھی۔ اسما نے گہری سانس کھینچ کر اعصاب ڈھیلے چھوڑ دیے۔
"فاصلے تو تب مٹائے جاتے ہیں جب کوئی گنجائش نظر آئے۔" وہ اماں سے کہہ نہیں سکی تھی۔
"جانے کیسی بدگمانی کی گرہ ڈال رکھی ہے۔ کچھ دکھائی نہیں دیتا اسے۔ ورنہ تم سا ہیرا تو اندھیروں میں روشنیاں بکھیرے......" اماں کا تعریفی انداز اس کا سر جھکا گیا تھا۔ ہر ایک کی باطنی نگاہ ایسی شفاف نہیں ہوتی جو کھرے کھوٹے کی پہچان کرسکے، وہ اماں کو بتا نہیں سکی تھی......ان کا بیٹا ظاہری نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اپنے ماں، باپ جیسی نظر اس کے پاس نہیں۔
"سب ٹھیک ہوجائے گا اماں......! نہ بھی ہوا تو میں آپ کی بیٹی بن کر ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گی۔ آپ کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑوں گی......" اس نے اماں کے ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں دبا لیے تھے۔ اماں آبدیدہ ہوگئیں۔
"جیتی رہو میری بچی! سدا سہاگن رہو......ہمیشہ ہادی کے ساتھ ہنستی بستی نظر آؤ......میں تمہیں ہمیشہ آباد اور خوش دیکھنا چاہتی ہوں۔ ایسی سونی اور ویران نہیں......وہ دن نہ جانے کب آئے گا؟ جب ہادی کو اپنی بے وقوفی کا احساس ہوگا......" اماں کا آزردگی اور رنجیدگی سے برا حال تھا......وہ خود کو اسما کا گنہگار سمجھتی تھیں حالانکہ وہ دونوں بالکل اس معاملے میں بے قصور تھے۔ اب اسما انہیں کیا بتاتی؟ شاید ہادی بھی اتنا قصوروار نہیں تھا۔ یہ تو اسما کو اس کے اپنوں نے دوستی کے نام پہ لوٹا تھا۔ وہ اماں کو گلناز کی کینگی بھری داستان بتا نہیں سکی تھی۔ اگر ہادی نے اماں، بابا اور سب سے چھپا رکھا تھا تو وہ کیوں اپنا بھرم توڑ دیتی۔
"اسما! میری بچی! تم خود ہادی کو رام کرو......اس کی بدگمانی کو ختم کرو......بیویوں کے پاس سو ہتھیار ہوتے ہیں......بیٹا! مرد کا دل موڑنا کوئی مشکل کام نہیں، سجا بنا کرو......اس کے آگے پیچھے پھرا کرو......" وہ اپنی سادگی میں اسے مشورے دے رہی تھیں۔ اسما کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی تھی۔ پھر اس نے اماں کا دل رکھنے کی خاطر سر ہلا دیا تھا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی......؟ ان کا بیٹا اسے دیکھنا تک گوارا نہیں کرتا......وہ سنگار کیا دیواروں کو دکھائے؟
"اچھا......اب جاکر اسے دیکھو، جانے کیا ہوا؟ کھانا وغیرہ دو اسے۔" اماں نے اسے احساس دلایا تو

وہ گہری سانس کھینچ کر مرے، مرے قدم اٹھاتی اپنے کمرے کی طرف آ گئی تھی۔ دل پر بوجھ سا لد گیا تھا۔

☆☆☆

وہ اپنے کمرے میں آنے کے بجائے باہر نکل گیا تھا۔ سامنے ہی زیرِ تعمیر ایک مکان تھا۔ جس کے احاطے میں اینٹوں کے چبوترے بنے تھے۔ اینٹیں، ریت، بجری اور ساری بلڈنگ میٹریل سے بھری ہوئی، ہر طرف تعمیراتی لوازمات بکھرے تھے۔

اس وقت مزدور، مستری سب گھروں کو لوٹ چکے تھے۔ وہ احاطے کی خاموشی میں کچھ وقت گزار سکتا تھا۔ ابھی وہ اینٹوں کے چبوترے پہ بیٹھا ہی تھا۔ جب صائم کی کال آ گئی۔ اس کی وہی نصیحتیں تھیں۔ ساری پرانی باتیں، اسما کا دل ٹوٹنے کا احساس...... اور جو ہادی کا دل ٹوٹا تھا؟ اس کی فکر کسی کو نہیں تھی...... اس کے جذبوں کا جو مذاق اڑایا گیا تھا اس کا خیال کسی کو نہیں تھا۔ پھر اسی کے وہ میسج، جانے اس نے کن حالات میں کیے تھے۔

"میں آپ کو بہت کچھ بتانا چاہتی ہوں...... مگر مجھے لگتا ہے وقت ہمیں مہلت نہیں دے گا...... میرے دل پر بڑا بوجھ دھرا ہے۔ کیسے کہوں؟ کس طرح کہوں؟ بس اتنا جان جائیں، میرے اپنوں نے ہم دونوں کے درمیان اونچی فصیلیں کھڑی کر رکھی ہیں۔ میرے اپنوں نے مجھے دھوکا دیا جو میرا نصیب بن کر آیا تھا اسے زبردستی میرے پھوپا جی نے اپنی بیٹی کا نصیب بنا دیا......" آگے بھی بہت سی تفصیلات تھیں...... جن کا لب لباب یہی تھا کہ اسمارا کے ساتھ پورا دھوکا کیا گیا تھا۔ اور اسمارا کو رستے سے ہٹا کر بابا کے دوست نے اپنی بیٹی کا نصیبہ چمکا لیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتے تھے۔ دھوکا دہی اور زبردستی سے گھر بنائے تو جا سکتے ہیں مگر بسائے نہیں جا سکتے۔

ہادی فی الحال اس بات پر کڑھ کر غصہ نہیں کھا رہا تھا۔ اس کی جھلاہٹ اور اشتعال کی وجہ کوئی اور تھی۔ ابھی صائم نے جو باتیں کہی تھیں انہی کے تناظر میں وہ

## ماہِ رمضان کی فضیلت

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر صحیفے ماہ رمضان کی پہلی رات میں اترے۔

☆ حضرت موسیٰؑ پر تورات 6 رمضان المبارک کو نازل ہوئی۔

☆ حضرت عیسیٰؑ پر انجیل 13 رمضان المبارک میں نازل ہوئی۔

☆ حضرت داؤدؑ پر زبور 18 رمضان المبارک میں نازل ہوئی۔

☆ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن پاک 27 رمضان میں نازل ہوا۔

☆ اس ماہ مبارک میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال ہوا۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ماہ رمضان میں ہوئی۔

اس مہینے کی خاص اہمیت یہ ہے کہ اس میں جنگِ بدر اور فتح مکہ کا عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔

مرسلہ: امینہ عندلیب، سلانوالی

عجیب کشمکش کا شکار تھا۔

"اتنے دن ہو چکے ہیں...... میں نے تو سمجھا تھا کہ تمہیں کچھ عقل آ گئی ہوگی مگر تم تو وہی لکیر کے فقیر...... بات کو جانے نہیں دے رہے...... شرم کرو کچھ...... ایک لڑکی کے جذبات اور دل کے ٹکڑے کرنے کا جرم کر رہے ہو...... اور اس کا صبر مت آزماؤ...... بہتر ہے، حالات ٹھیک کرو۔ اچھے بچوں کی طرح اپنی زندگی میں سیٹل ہو جاؤ، خیالوں اور خوابوں سے نکل آؤ۔ تمہاری تو قسمت اچھی ہے...... اتنی قانع اور صابر بیوی ملی...... ورنہ کوئی اور ہوتی تو اپنی اس قدر تذلیل پہ تمہیں دن میں تارے دکھا دیتی اور پورے خاندان میں ہماری وہ بے عزتی ہوتی کہ حد نہیں...... اب بھی وقت ہے سنبھل جاؤ۔ اسما بہت نائس ہے۔ قابلِ قبول، اچھے انداز و گفتار والی سلیقہ مند، با ادب، خوش

مزاج، تمہیں اور کیا چاہیے...... ایک باکردار بیوی کے مل جانے پر بجائے شکر ادا کرنے کے تم الٹا اینٹھ رہے ہو...... کیا تم خود کو کچھ نہیں سمجھتے...... تمہاری بیوی کی زندگی میں آنے والے تم پہلے مرد ہو جسے اس نے آخری بھی سمجھ لیا ہے۔ ورنہ جس طرح تم اسے منہ بھر بھر کے دھتکار چکے ہو وہ تم پر لعنت ڈال کر چلی جاتی۔" صائم نے اس کی تفصیلاً کلاس لی تھی اور یہ صائم کی باتوں کا اثر تھا یا کچھ دیر پہلے ہونے والی ہلچل کی شدت کا گہرا پڑتا احساس...... اسما کی انگلی میں دمکتی انگوٹھی جو اس نے ابھی تک نہیں اتاری تھی۔ اس کی نرم، نرم آواز اور خوب صورت ہاتھ میں انگوٹھی کا بولتا ہوا احساس...... پورے ڈیڑھ ماہ بعد پہلی مرتبہ اس نے اسما پر نگاہ ڈالی تھی گو کہ اس کا چہرہ نہیں دیکھا تھا تاہم اس کا وہ ہاتھ اور انگوٹھی کی چمک ذہن و دل سے نکلنے سے قاصر تھی۔ اسی لیے اس پر جھلاہٹ سوار ہو رہی تھی۔ وہ اس احساس سے پیچھا چھڑوانا...... چاہتا تھا مگر ہر دفعہ منہ کی کھانی پڑی۔ یہ گہرا پڑتا کچھ بولتا احساس اس کے دل و دماغ کو شکنجے میں جکڑ رہا تھا۔

وہ خود پہ حیران تھا۔ اسما اسے آج اتنی بری کیوں نہیں لگی۔ اس کی سوچ یک لخت کیوں بدلی تھی۔ اندر تبدیلی کا احساس کیوں آیا تھا؟ وہ اسما کو متواتر کیوں سوچ رہا تھا؟ آخر یہ سب کیا ہو رہا تھا؟

"کیا میں اسما کی طرف مائل ہونا چاہتا ہوں؟ اس کے دھوکے، فراڈ اور منافقت کے باوجود......؟" اور صائم نے کہا تھا وہ دل سے اسما کے دھوکے، نفرت اور منافقت کو نکال کر چاہے بے دلی سے ہی سہی اگر ایک نظر اسما پر ڈالے گا تو یقیناً اس کے دل میں ایسا کوئی جذبہ ضرور پیدا ہوگا...... جو بہتری کے آثار سامنے لاتا۔

"کیا صائم کی بات سچ ثابت ہو رہی ہے؟" اس نے بے قراری سے سوچا۔

"نہیں، نہیں، ہرگز نہیں......" وہ خود کو بے ساختہ جھٹلانے لگا۔

"وہ ایک جھوٹی اور مکار لڑکی ہے...... اس نے میرے ساتھ ہی نہیں ایک جذبوں سے گندھی لڑکی کے کے ساتھ بھی برا کیا...... وہ دھوکا دہی سے میری زندگی میں آئی ہے...... میں اسے کبھی قبول نہیں کر سکتا......" وہ خود کو اپنے ارادوں میں قائم کر رہا تھا۔ وہ ایک عجیب کشمکش میں مبتلا تھا، دل اور بات کرتا...... دماغ اور......

"کیا پتا، اسما بے قصور ہو...... ساری چال اس کے باپ نے چلی ہو، وہ مجرم نہ ہو۔" دماغ اسے ایک نئی راہ دکھاتا تھا۔ دل کو کچھ اور کہتا...... ضمیر کچھ اور کہتا...... جذبات کچھ اور کہتے...... اس کے اندر ایک جنگ چھڑی ہوئی تھی...... ایک گہری کشمکش کی شاخیں اور جھاڑیاں بکھری تھیں۔ وہ ان میں الجھ، الجھ جاتا۔

"سب کہتے ہیں...... اسما اچھی لڑکی ہے، کیا پتا، وہ اچھی ہو۔ میں سب کو کیا جھٹلا رہا ہوں، کون سا اسما کو آزما چکا ہوں۔ سب کہتے ہیں اسے ایک موقع دینا چاہیے؟ کیا اس کی گنجائش ہے؟" وہ بری طرح الجھتا عجیب اذیت کا شکار تھا۔ اس کے اندر کچھ اور پکار اٹھ رہی تھی۔

"کیا میں اسما سے تعلق جوڑنے کا خواہش مند ہوں۔" اس کے دل نے سوال اٹھایا تھا۔ اور ہادی کے اندر بالکل اسی طرح کی پکڑ دھکڑ ہونے لگی تھی جو کچھ دیر قبل اماں کے کمرے میں اسے بے قرار ہو کے باہر نکلنے پر مجبور کر چکی تھی۔ ایسی ہی گھبراہٹ، گڑبڑ، ہلچل، دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر آ رہا تھا۔

اسے کیا ہو رہا تھا؟ کیوں ہو رہا تھا؟

وہ تو اسما سے نفرت کرتا تھا...... پھر وہ کیوں اس کے متاثرین میں شامل ہو رہا ہے؟ کیا وہ اس کی خوبیوں کا معترف ہو رہا تھا...... وہ خوبیاں جو ہر کوئی اس کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا؟ یا اس کی نرم روی کا؟ یا اس کی خوش اخلاقی کا؟ یا اس کے صبر و تحمل کا...... یا اس کی قناعت کا؟ یا اپنے والدین کے ساتھ اس کا حسن اخلاق دیکھ کر......؟ کیا وہ واقعی ایسی تھی اندر سے صاف شفاف؟ یا اپنی کسی چال کے تحت ڈھونگ رچا

رہی تھی؟ اپنی اچھائی ثابت کر رہی تھی؟ خود کو اعلیٰ وارفع بنا کر پیش کر رہی تھی یعنی ستی ساوتری...... وہ شدید جھنجلاہٹ میں پتھروں کو ٹھوکریں مارتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے غصے میں اپنے بال نوچ لیے تھے۔

"کیا ہو گیا ہے مجھے؟ میں ایسا کچا تو نہیں تھا...... اگر اس کے ہاتھ خوب صورت ہیں تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میری غلط فہمی میں پہنائی انگوٹھی ابھی تک اس نے نہیں اتاری تو کیا ہوا؟ میرے دل میں اس کے لیے کوئی گنجائش نہیں...... قطعی نہیں...... ذرا بھی نہیں......" وہ خود کو بار، بار باور کروا رہا تھا۔

"میں نے اس سے محبت نہیں کی تھی...... میری محبوبہ کوئی اور تھی...... قسمت کی ستم ظریفی سے یا ان مکار لوگوں کی مکاریوں سے اگر کچھ الٹ ہوا ہے تو کیا ہوا...... وہ میرے دل سے نکل نہیں سکتی۔" اس نے خود کو یقین دلایا لیکن کوئی تھا جو اندر بیٹھا اسے کچوکے لگا رہا تھا، اسے چبھن دے رہا تھا۔ اس کی زیادتی کا احساس دلا رہا تھا۔ وہ خود سے بھی بے بس ہو گیا...... دل چاہ رہا تھا ہر چیز کو تہس نہس کر دے...... یا اپنی کچھ عرصہ پرانی والی زندگی کو واپس لے آئے...... جس میں کوئی تفکر، کوئی بے چینی کوئی ہلچل نہیں تھی۔

وہ کتنے پُرسکون اور مزے سے بھرپور دن تھے۔ جب وہ اپنی اماں اور بابا کے ساتھ ہنستے کھیلتے وقت گزارتا تھا کبھی بھائیوں سے گپ شپ لگائی...... کبھی اپنے جگری یار نگریز کی واٹ لگانے مانسہرہ چلا جاتا اور کبھی پھولن دیوی کو ناک تک عاجز کر دیتا۔

یہی گھر تھا جس میں قہقہے اور ہنسی کی چھنکار گونجا کرتی تھی...... مسرتوں کے دیے روشن ہوتے تھے۔ ہر وقت ایک گہما گہمی کا احساس رہتا پھر صائم اور فدا چلے جاتے تو ویسی بے رونقی چھا جاتی تھی۔ کیا اب بھی ایسے حالات تھے؟ فدا اور صائم کے بعد گھر میں اتنی خاموشی اور تنہائی تھی۔ شاید نہیں......؟ اب کچھ بدلا ہوا تھا۔

لیکن اس نے کبھی محسوس نہیں کیا تھا۔ ہاں اب ضرور کر رہا تھا...... پہلے کی طرح اماں کو تنہائی اور اکیلے

پن سے شکوے نہیں ہو رہے تھے۔ ان کا دل اسما سے بہل گیا تھا۔

وہی اسما جو ایک خاموش کردار تھی پر اب کیوں اتنی شدت کے ساتھ اپنے ہونے کا احساس دلا رہی تھی؟ آخر کیوں......؟ ہادی کو تو اس کی پروا نہیں تھی کہ وہ یہاں رہتی یا نہیں رہتی...... جہاں مرضی جاتی اس کی بلا سے۔ لیکن اب کیا ہوا تھا......؟ کچھ انہونا؟ کچھ انوکھا......؟

"نہیں...... مجھے اس کی ضرورت نہیں...... میں اتنا کمزور نہیں...... اس کے سامنے جھک جاؤں؟ اور اس کے قرب کی بھیک مانگوں......؟ وہ مجھے کیا سمجھے گی؟ ایک نفس پرست انسان...... میں ایسا نہیں ہوں...... مجھے اسما کی ضرورت نہیں ہے بالکل بھی نہیں......" اس نے سر جھٹک کر زیرِ لب بڑبڑا کے کہا تھا۔ وہ اپنے اندر ہونے والی کشمکش سے تنگ آ چکا تھا۔

"وہ مجھے کیا سمجھے گی؟ ایک نفس پرست انسان......؟ وہ مجھ پر التفات نچھاور کرتی ہے اماں کے کہنے پر یا خود سے؟ کیا وہ چاہتی ہے میں اس کی طرف مائل ہو جاؤں، اسے توجہ دوں؟" ہادی ہونٹ کاٹتے ہوئے اب بھی بڑبڑا رہا تھا۔

"لیکن مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے جیسے آخری فیصلہ کر لیا تھا...... یوں اندر چھڑی جنگ رکی تو نہیں تھی تاہم کم ضرور پڑ گئی تھی...... ابھی وہ اینٹوں سے اٹھنا چاہتا ہی تھا جب کسی نے اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر دباؤ ڈالا تھا جیسے اسے اٹھنے سے روکا ہو...... جیسے ہی ہادی نے گردن گھما کر اپنے پیچھے دیکھنا چاہا وہ اپنی حیرت پر قابو نہیں پا سکا تھا۔ وہ لمحہ بھر کو بھونچکا سا رہ گیا۔ اسے امید نہیں تھی کہ وہ یہاں آ جائے گی۔ اس کے پیچھے اسما کھڑی تھی۔ ہاتھ میں جیکٹ لیے۔ خود کو شال میں لپیٹے اور اس کے الفاظ ہادی کو سرتاپا فریز کر گئے تھے۔ یوں کہ ہڈیوں کے گودے میں اترتی ٹھنڈ کا احساس تک نہیں رہا تھا۔

اس کی حیرت سے پھیلی آنکھیں اسما کے الفاظ پہ

کچھ اور پھیل گئی تھیں۔

"آپ کو میری ضرورت نہیں ہے لیکن مجھے آپ کی ضرورت ہے ہادی......" اس کے الفاظ اس کی شخصیت جیسے نرم اور ملائم تھے......اور اس سرد موسم میں اس کے لفظوں کی نرمی اور گرمی حرارت کا کام دے رہی تھی۔ ہادی سے چند لمحے بولا ہی نہیں گیا......اس کی زبان جیسے رک گئی تھی یا لفظ بہت ہلکے پڑ گئے تھے۔ اسے امید ہی نہیں تھی۔ وہ اس جگہ ہادی کو تلاش کرتی پہنچ جائے گی۔

بہت دیر بعد قدرے سنبھل کر ہادی نے اسما کو مخاطب کیا تھا......اس کی نگاہیں اسما پہ جم گئی تھیں شاید وہ شادی والی رات کے بعد اب اس کے چہرے کو اتنے غور سے اور قریب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں اترتی تپش اسما کے رخسار تپا رہی تھی۔ اور اتنی شدید ٹھنڈ کے باعث اس کی ناک سرخ ہو رہی تھی۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو؟" ہادی نے بہ مشکل اپنی نگاہوں کو اس کے چہرے سے ہٹا کر ادھر ادھر دیکھنا چاہا...... وہ شکلاً اتنی بری نہیں تھی...... قبول صورت ضرور تھی اگر وہ اس سے نفرت نہ کرتا ہوتا تو......؟ بظاہر وہ اچھی تھی...... قابل قبول......ہادی اسے قبول کر سکتا تھا۔ اپنے ماں، باپ کی پسند سمجھ کر...... اگر بیچ میں وہ سارا سلسلہ نہ ہوتا۔

"آپ کو یہ جیکٹ دینے......بغیر گرم سویٹر کے باہر نکل آئے تھے۔ اماں کو بہت پریشانی ہو رہی تھی۔" اسما نے نرم آواز میں جیسے وضاحت کی تھی۔

ہادی ایک بھوں اچکا کر جیسے چونکا تھا۔

"صرف اماں کو پریشانی ہو رہی تھی؟" ہادی کے لہجے میں اچانک تبدیلی در آئی۔ اس کا سوال اسما کو بھی چونکا گیا تھا۔ وہ اسما کے لبوں سے کیا سننا چاہتا تھا؟

"نہیں، مجھے بھی......" اسما کے جواب نے ہادی کی جھلستی انا کو خاصی تسکین پہنچائی تھی۔ اس کے لبوں پر ایک تیکھا سا تبسم ابھر آیا تھا۔

"کس خوشی میں......؟" اس کا اگلا سوال حیران کن تھا......وہ بات کو طول دے رہا تھا یا طنز کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سنبھال کر اسے دیکھا۔

"اس خوشی میں نہیں...... پریشانی میں کہ آپ میرے شوہر ہیں...... اتنی ٹھنڈ میں باہر بیٹھ کر اولے چبائیں گے تو لازماً نمونیا ہو جائے گا۔" اسما کا جواب ہادی کو اچھا بھلا نشانے پر جا لگا تھا۔ اس کی ساری طراری ہوا ہو گئی تھی۔ وہ جان تو چکا تھا اسما بہت حاضر جواب ہے کچھ اس کے پیاروں نے بھی اسے اسما کی چیدہ، چیدہ خوبیاں ازبر کروادی تھیں سو حیران ہونا ترک کر کے وہ اسما کو مزید ستانا چاہتا تھا۔

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے...... مجھے نمونیا ہو یا سرسام......" اس نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"فرق کیوں نہیں پڑتا......آپ بیمار ہوں گے تو لازمی طور پر روٹین ڈسٹرب ہو گی۔ آپ کی تیمارداری کرنا پڑے گی۔" اسما نے سہولت سے اسے بتایا۔ ہادی کی بھویں تن گئیں۔

"مجھے کوئی شوق نہیں تم سے تیمارداری کروانے کا......" اس کا لہجہ کڑاکے کا سرد تھا......اسما کے لبوں پہ ایک بھرپور تبسم اتر آیا۔

"آپ کو شوق نہ ہو مجھے تو شوق ہے ناں......اور میرا فرض بھی بنتا ہے۔ آپ کو اگر حقوق و فرائض کا علم نہیں۔ نادان، ناسمجھ، کم عقل، معصوم بچے ہیں تو کیا ہوا...... میں تو اپنے فرائض کو اچھی طرح جانتی اور سمجھتی ہوں۔" اسما نے بڑے گہرے لہجے میں اسے اس کی ہر کوتاہی اور...... بے پروائی کا احساس دلایا تھا اور یقینی طور پر وہ سمجھ بھی گیا تھا۔ تاہم تسلیم کرنا اس کی شان کے خلاف تھا۔

"یہ تمہاری، استادی مجھ پر نہیں چلے گی......" اس نے کاٹ دار انداز میں جتایا......"اپنے علم و فضل کا رعب...... کسی اور پہ ڈالنا سمجھیں۔"

"کوئی اور کیوں......؟ آپ کیوں نہیں...... جب سنائیں گے تو سنیں گے بھی...... اتنا حوصلہ اور ہمت ضرور رکھا کریں۔" وہ اسے دو لمحوں میں کیسی چوٹ مار گئی تھی۔ جب بات سمجھ میں آئی تو بلبلا اٹھا تھا۔

''تم مجھے ''للکار'' رہی ہو؟'' مارے غصے اور اشتعال کے اس نے اسما کا بازو دبوچ لیا تھا۔ یوں کہ اسما اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی۔ وہ پتھریلی بجری پر لڑکھڑا کر گرنے لگی۔ ہادی بے ساختہ چونکا پھر اسے غیر دانستگی میں سہارا دینا پڑا...... یوں کہ اسما اس کی بانہوں کے حصار میں تھی...... یہ اچانک آنے والی سچویشن تھی...... جس نے دونوں کو ہی بوکھلا دیا تھا۔ اسما اپنی جگہ شرمندہ تھی اور ہادی اپنی جگہ شرمندہ...... حالانکہ اس میں حرج ہی کیا تھا......؟ کون سا گناہ ہو گیا تھا اسما کو سہارا دے کر...... لیکن ہادی کی جھلاہٹ اور خفت کم نہ ہوئی۔ وہ خواہ مخواہ اسما پر چڑھ دوڑا تھا۔

''تم یوں او چھے ہتھکنڈوں سے میرے نزدیک آنے کی کوشش نہ کرو......'' ہادی کے اگلے الفاظ اسما کو مارے تذلیل کے لال کر گئے تھے...... وہ بہ مشکل سنبھل کر سیدھی ہوئی۔

''میں نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی۔'' اس نے ہونٹ چباتے ہوئے پلکیں جھکا کر کہا۔ ابھی تک دل قابو میں نہیں تھا گو کہ حادثہ گزرے دو منٹ تو ہو چکے تھے۔

''وہ تو میں دیکھ ہی چکا ہوں۔'' ہادی کا انداز گہرا کاٹ دار تھا...... ''میرے لیے کھانے بناتی ہو، کپڑے تیار کرتی ہو...... ہر چیز کا خیال رکھتی ہو تاکہ میں نرم پڑ جاؤں، تم پر التفات کی بارش کر دوں، تمہاری طرف مائل ہو جاؤں۔ تمہیں ستی ساوتری تسلیم کر لوں...... لیکن ایک بات سن لو...... مجھ سے توجہ اور التفات کی برسات کے متعلق توقع تو اپنے وہم و گمان میں بھی مت رکھنا...... میں بارش تو کیا بوند تک کا تمہیں حق دار نہیں سمجھتا......'' ہادی کے الفاظ مارے توہین و تذلیل کے اسے لہو رنگ کر گئے تھے۔ اس کی ناک لال انگارہ ہو گئی تھی۔ اور شدتِ ضبط سے گال تپ اٹھے تھے۔ پھر بھی اس نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔

''آپ کا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔ میں اپنے فرائض سے کوتاہی کیوں کروں......؟ کیوں گنہگار بنوں؟ آپ اپنے حقوق سے بے شک اعراض برتیں...... یہ آپ کا معاملہ ہے۔ میں اپنے معاملوں میں کلیئر ہوں۔ ایک دم کلیئر...... آپ اپنی سوچ کے مطابق جو مرضی کہہ لیں......'' اس کا جواب سن کر ہادی اپنے آپے میں نہیں رہا تھا۔

''یعنی تم مجھے گھٹیا اور پیچ سوچ رکھنے والا کہہ رہی ہو؟'' ہادی کی آواز مارے غصے کے جھرجھرا گئی تھی۔ اسما نے پھر سے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

''میں نے یہ کب کہا ہے؟''

''تمہاری بات کا مطلب تو یہی تھا......'' وہ جیسے غرا کر بولا۔

''مطلب تو بہت سی باتوں کے بہت سے نکلتے ہیں۔ غور کرنے پہ بیٹھے تو زندگی گزر جائے گی......'' اسما کا انداز ناصحانہ تھا۔ ہادی اس کی نرمی پا کر مزید تیخ پا نہیں ہو سکا تھا۔ ورنہ دل تو چاہ رہا تھا کچھ اور بھڑاس نکل جاتی۔ تھوڑا دل میں گھسا غصہ کم پڑ جاتا۔

پھر اس نے جان بوجھ کر بات گھمائی۔

''تم میرا پیچھا کیوں کر رہی ہو؟'' کچھ دیر بعد اسے اعتراض کے لیے ایک نکتہ مل ہی گیا تھا۔ اسما نے گہری سانس کھینچ کر اس کا اعتراض قبول کیا۔

''اس لیے کہ آپ پہ نظر رکھنا میرا فرض ہے۔'' اب کے اسما ہلکا سا مسکرائی بھی تھی۔

''تاکہ آپ کی تانکا جھانکیاں میری نگاہ میں رہیں۔'' اس نے جملہ مکمل کر دیا تھا۔

اب وہ ہادی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جس کا گورا رنگ کچھ سردی کی شدت اور کچھ غصے کی گرمی سے تپ رہا تھا۔ اس کے جواب نے اسے خوب تلملایا تھا۔

''تمہارے اور کون، کون سے فرائض ہیں؟ مجھے ایک ہی دفعہ بتا دو...... تاکہ میں محتاط ہو سکوں۔'' وہ کلس کر بولا۔

''کیسی چالاک لڑکی ہے، مجال ہے جو ہار جائے...... دو بدو بولے جا رہی ہے۔ ذرا بھی لحاظ اور مروت نہیں۔ منہ پھاڑ کے شوہر کو جواب دے رہی ہے...... اور اماں بتا رہی تھیں کہ کم گو ہے، بولتی نہیں......

اب اماں یہاں آکر دیکھیں...... کم گو بہو کے جوہر، اتنی لمبی زبان ہے۔ شیطان کی آنت سی...... اتنا باعلم بنتی ہے۔ سارے زمانے کی عالم فاضل...... اتنا پتا نہیں شوہر کو اتنا بھی بتاتے نہیں...... اگر وہ بیچ میں پٹ جائے تو...... لاحول ولا قوۃ...... یہ میں کیا خود کو شوہر، شوہر کا خطاب دے رہا ہوں۔ حد ہے یار! میں نہیں ہوں اس زبان دراز، فراڈن، مکارن کا شوہر......" وہ چلبلاتا ہوا پیچ وتاب کھا رہا تھا۔

"فرائض کی حقیقت آہستہ، آہستہ کھل کر سامنے آئے گی۔ اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ابھی تو آغاز سفر ہے...... پچاس ساٹھ سال تو ہمیں اکٹھے رہنا ہی ہے......" اسما نے مسکرا کر جیکٹ اپنے دائیں بازو پر منتقل کر لی تھی کیونکہ ہادی نے جیکٹ پہننے سے انکار کر دیا تھا...... وہی ذاتی انا کی بنیاد پر کہ ناک نیچی ہوتی تھی...... اور ابھی صرف ایک شرٹ پہن کے کھڑا تھا جو اتنے سرد موسم میں بہت ناکافی تھی۔

اسما کو شدید ٹھنڈک کا احساس ہو رہا تھا گو کہ اس نے گرم سویٹر اور شال بھی اوڑھ رکھی تھی۔ پھر بھی ٹھنڈ ہڈیوں میں گھس رہی تھی اور اس نے کمال بے تکلفی سے جیکٹ کو بازو سے اتارا اور شال ہٹا کر خود پہن لی۔

وہ آنکھیں پھاڑے ہیں، ہیں کرتا اس کی...... کاروائی دیکھ رہا تھا۔ جب اسما نے جیکٹ پہن کر زپ بند کی تو ہادی تڑخ کر رہ گیا۔

"یہ تو جوتوں سمیت آنکھوں میں گھستی ہے۔ ایسی دیدہ دلیری......؟ اور ابھی میری فکر کا راگ الاپ رہی تھی۔ یہی فکر تھی کیا؟ صرف ایک مرتبہ کہا کہ "جیکٹ پہن لو" میں نے انکار کیا تو خود پہن لی...... حد ہے......" وہ شدید سلگن کا شکار دل میں سوچے جا رہا تھا۔

"آپ کی جیکٹ بہت گرم ہے۔ بڑا سکون آیا......" اب وہ جان بوجھ کر اسے جلانے کی غرض سے جیکٹ کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہی تھی۔

ہادی لمحہ بھر کے لیے سوچتا رہا۔ اسے کون سا پھڑکتا جواب دے؟ جس سے اس کی بولتی بند ہو سکے۔

"میں خود بھی بڑا گرم ہوں...... چاہے تو آزما سکتی ہو۔" ہادی کا انداز معنی خیز ہو گیا تھا۔ اس نے آنکھوں میں ڈھیر سارا طنز بھر کے اسے بغور دیکھا تھا...... وہ اس کے دیکھنے اور بولنے پر شدید گھبراہٹ کا شکار ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے گڑبڑا بھی گئی تھی پھر اس نے خود پر قابو پا لیا لیکن اس کا لہجہ اب ہموار نہیں تھا۔ ہادی کو بڑا ہی مزہ آیا۔ یعنی اس کے لفظوں نے اسما کو بوکھلانے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا اعتماد ڈانواں ڈول ہوا تھا۔ ہادی کو بڑی کامیابی کا احساس ہوا۔ یعنی وہ آئندہ بھی ایسی صورت حال کری ایٹ کر کے اسما کے اعتماد کی بنیادوں کو ہلا سکتا تھا۔

وہ اسما کو زچ کر سکتا تھا۔ اسے باتوں کے تیروں سے زیر کر کے میدان چھوڑ کر بھاگنے پر مجبور کر سکتا تھا؟

ہاں وہ ایسا کر سکتا تھا۔ تب اسما خود بخود اس سے تنگ آ کر اس پر لعنت بھیج کر واپس چلی جاتی...... وہ اماں اور بابا کے سامنے مظلوم بن کر سرخرو ہو جاتا...... اس کے بعد ہادی کی من پسند زندگی کا آغاز ہو جاتا۔ کتنا زبردست خیال اس برفیلے موسم میں آیا تھا۔

وہ گھر جاتے ہوئے پہلی مرتبہ اتنے عرصے بعد ایک ترنگ اور ایک تازگی محسوس کر رہا تھا اور ان دونوں کو ساتھ، ساتھ اندر آتے دیکھ کر اماں اور بابا مارے خوش فہمیوں کے خوشی سے نہال ہو رہے تھے۔

کہتے ہیں پتھر میں بھی جونک لگ جاتی ہے اور قطرہ قطرہ پانی پڑنے سے پتھر میں بھی سوراخ ہو جاتا ہے تو ہادی کا دل تو پھر بھی گوشت پوست کا تھا...... کیا اسما کے لیے اس کے دل میں نرم گرم جذبات سر ابھار رہے تھے یا وہ کچھ اور ہی منصوبہ بندی کر رہا تھا...... ہادی کے دل کا اصل حال جاننے کے لیے پڑھیے جولائی کا عید نمبر